حیاتِ مشائخ چشت میں سماجی بہبود کی جہات

Contribution of Chishti Sufis in Social Welfare and its Dimentions

Saeed Ahmad

Assistant Prof, Institute of Islamic Studies, University of The Punjab,Lahore; saeed.is@pu.edu.pk

Abstract

This universe is not only the creation of Allah Almighty but its system is also a divine truth. The formation of Society should also be according to the final revelation which was best implemented in State of Madinah during prophethood. Over a period of years after the successors of the prophet (صلی اللہ علیہ وسلم), Muslim Societies all over the world turned into wrecked areas because of racial supremacy, genocide and other So-called acts. That was the time of totally soul blindness and darkness which lighten up after the arrival of spiritualists and their spiritual revolutions. The most popular among those Sufis were the “Chishti group (چشتی سلسلہ)” because of their services for society. Keeping in view this background and by qualitative analysis of thorough literature, this paper explores the renowned personalities of this Sufi group and explained how they gathered the scattered masses and united them. It is concluded that the necessary factor is to unleash the superiority culture and sectarianism differences for the well being of society and its been practised by feeding the weaken and opening the doors of charity for all. They only have devotion even did not accept the offers of power or aid by the rulers and took a strong stand against every act of cruelty and oppression. This article pays high tribute to efforts of these Sufis and bring hope for good change in society.

Key Words: Society, Sufism, Chishti Sufis, Social well-being, Equality, Chishti norms.

نبی رحمت ﷺ سے قبل کی تاریخ کسی ایسے پیغمبر، مصلح یا قائد کو پیش کرنے سے قاصر ہے جس نے عالمی تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے مشن کو ایک منظّم تحریک کی شکل دینے کے لئے کارکنوں کی باقاعدہ تربیت کی ہو۔ یہ شرف و فخر صرف اسی مبشر و نذیر اور رحمۃ للعالمین کی صفات کی حامل شخصیت کو حاصل ہے جنہوں نے تیرہ سال تک مکہ مکرمہ کے دارِ ارقم میں اور پھر ہجرت کے بعد مسجد نبوی کے صفہ نامی چبوترے میں انسانوں کی ایک ایسی جماعت تشکیل دی جس کا ہر ہر فرد کسی نہ کسی میدانِ عمل کا متخصص ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھنے والا بھی تھا۔ ان میں سے ہر فرد بلا قید رنگ و نسل ہر عمل کا مردِ میدان تھا، اس پر مستزاد یہ کہ وہ نگاہِ نبوت کی زیر نگرانی ڈھل کر تیار ہونے والے درحقیقت ایسے عظیم اور پاکباز رجال کار تھے جن پر "خلیفۃ اللہ" کی اصطلاح صحیح معنوں میں صادق آتی ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے اپنی کیمیا ساز نگاہِ نبوت سے دارِ ارقم اور صفہ کی درسگاہوں میں فیض پانے والوں میں تزکیہ نفس و تقوی اور توصیہ بالحق والصبر کے ذریعے ایسی صفات سے متصف شخصیات تیار کر دیں جو بمثل پارس تھیں۔ جو بھی ان کی صحبت میں آتا گیا کندن بنتا گیا۔ یہ تربیت اور سیرت سازی کا ایک سلسلہ تھا جو خیر القرون کے گزرنے اور خلافتِ راشدہ کی جگہ ملک عضوض (کاٹ کھانے والی بادشاہت) کے آجانے کے بعد ختم ہونے کے قریب تھا۔ نظام مصطفی ﷺ کے پروردہ و تربیت یافتہ ابوذر و صہیب اور بلال و سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مثالیں جب مفقود ہونے لگیں تب حکمتِ خداوندی نے اس نظام کو بقاء اور دوام عطا کرنے کے لئے صلحائے امت کا ایک ایسا گروہ پیدا فرمایا جسے صوفیہ کے نام سے تلقی بالقبول نصیب ہوئی۔ یہ لوگ تختِ شاہی کے کروفر سے بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ علم و عمل کا مکمل نبوی نمونہ تھے۔ اتباعِ شریعت ان ہستیوں کا راس العین تھا۔ مجاہدہ نفس، اصلاحِ امت اور خدمت خلق ان کے لیے میدان عمل تھا۔ اعلائے کلمۃ اللہ ان کا نعرہ اور راہِ حق میں جاں سپاری ان کا مطلوب و مقصود تھا۔

تصوف اور صوفیہ

جب قال، حال میں اور علم، عمل میں ڈھل جائے، شریعت اور طریقت میں تضاد کی بجائے توازن پیدا ہو جائے اور انسان کی زندگی سمٹ کر ایک نقطہ پر مرتکز ہو جائے یعنی عرفانِ خودی سے معرفتِ ذاتِ حقیقی کے سفر کو تصوف کہتے ہیں۔ تصوف ہی وہ علم ہے جس میں نہ صرف معرفت نفس اور ذات و صفات باری تعالیٰ کی پہچان سے متعلق تدبر و تفحص ہوتا ہے بلکہ اس میں ایسے اعمال واشغال کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جن کے ذریعے تزکیہ و تصفیہء باطن کے راستے وصول الی اللہ کی راہیں کشادہ ہو سکیں۔ تصوف، قرآن و سنت سے نکلی ہوئی ایک ایسی شاہراہ ہے جو افراط و

تفریط کے عین درمیان واقع ہے۔ اسی کو صراط مستقیم کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ صراط مستقیم کہ جس کے راہی کو منزلِ مقصود تک پہنچنے کی ضمانت بارگاہِ الوہیت سے عطا ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾[1] (اور جو (بلند ہمت) مصروف جہاد رہتے ہیں ہمیں راضی کرنے کے لیے، ہم ضرور دکھادیں گے انھیں اپنے راستے)

تصوف، اکتساب و وہبیت اور ظاہر و باطن کا حسین امتزاج ہے۔ اسلام اور ایمان جب انتہا کو پہنچتے ہیں تو احسان و تصوف کے دَر واہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم تفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق[2] "جس نے بغیر علم تصوف کے فقہ کو سیکھا تو وہ فاسق ہے اور جس نے بغیر فقہ کے تصوف حاصل کیا تو وہ زندیق ہے اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ شخص حقیقت تک پہنچنے والا ہے"۔ حدیث جبرئیل میں؛ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانّه یراک [3] "(احسان یہ ہے) کہ تو اللہ کی بندگی اس ایقان سے کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ یقین رکھ، بے شک وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔

امام العرفاء سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر جملے سے احسان و تصوف کی پوری حقیقت بیان فرمادی ہے کیونکہ مجاہدہ نفس، ذکر وفکر، محاسبہ و مراقبہ وغیرہ کا منشاء و مقصود یہی ہے کہ دل مشاہدہ و حضور کی متاعِ عزیز سے ہم کنار ہو جائے۔ جہالت (عدم معرفتِ الٰہی) اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبار صوفیہ اپنے دور کے نامور صاحبانِ علم تھے۔ تصوف، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔ مشائخ متقدمین کی نظر میں تصوف ایک اخلاقی پروگرام کا نام تھا۔ جس میں نہ صرف اپنے بلکہ دوسروں کے اخلاق کی درستی کو نصب العین قرار دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت محمد بن علی بن امام حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا فرمان ہے: التصوف خلق

1۔ العنکبوت:29/69

2۔ القاری، علی بن سلطان، ملا، شرح عین العلم وزین الحلم، قاہرہ، مکتبہ الثقافۃ الدینیہ، (س،ن)، 1/33

3۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** ، کتاب الایمان ، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعة وبیان النبی ﷺ له، رقم الحدیث: 50، مکتبۃ البشریٰ، کراچی، 1/153

فمن زاد علیک فی الخلق زاد علیک فی التصوف[4] "تصوف، اخلاق سے عبارت ہے، جو اخلاق میں جتنا عالی مرتبہ ہو گا، وہ اتناہی بڑا صوفی ہو گا"۔

حضرت شیخ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے: لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنہ اخلاق[5]

"تصوف، رسم ورواج اور مختلف قسم کے علوم کی فنی موشگافیوں کی بجائے مکارم اخلاق کا نام ہے"۔

روحانی سلاسل کا مختصر تعارف

روحانی سلاسل میں خاص طور پر سلسلہ خواجگان المعروف سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ قابل ذکر ہیں۔ سلسلہ خواجگان کی ابتداء ترکستان سے ہوئی۔ اس سلسلہ کے سب سے مشہور بزرگ خواجہ محمد اتا لیسوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن اس سلسلہ کو مقبول عام بنانے والی شخصیت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور ہے۔[6]

سلسلہ قادریہ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے۔ آپ ہی کی بدولت یہ سلسلہ معروف ہے۔[7] سلسلہ سہروردیہ کے سب سے مشہور بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن ہندوستان میں اس سلسلہ کی ترویج واشاعت کا شرف حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔[8] سلسلہ چشتیہ خراسان کے ایک مشہور شہر "چشت" کی جانب منسوب ہے، اس شہر میں روحانی واخلاقی تربیت کے مراکزِ علم وعرفان قائم کیے گئے، جنہیں شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ اس مقام کی نسبت سے اس سلسلہ کو "چشتیہ" کہا جاتا ہے۔[9]

4۔ ہجویری، علی بن عثمان، (داتا گنج بخش)، **کشف المحجوب**، لاہور، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی، ط: اول، 2013ء، ص 38

5۔ ہجویری، علی بن عثمان، **کشف المحجوب فارسی**، ص 41

6۔ نظامی، خلیق احمد، **تاریخ مشائخ چشت**، لاہور، مشتاق بک کارنر، (س،ن)، ص 153-154

7۔ نظامی، خلیق احمد، **تاریخ مشائخ چشت**، ص 155

8۔ ایضاص 155-156

9۔ ایضا، ص 159

سلسلہ چشتیہ کا مختصر تعارف

سلسلہ چشتیہ کی داغ بیل ڈالنے کا سہرا حضرت شیخ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ کے سر سجتا ہے، جبکہ اس سلسلہ کو پروان چڑھانے اور اس کی نشوونما کا کام حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے سر انجام دیا۔ کتب سیر میں مذکور ہے کہ حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی علیہ الرحمۃ پہلے بزرگ ہیں جن کے نام نامی، اسم گرامی کے ساتھ "چشتی" لکھا ہوا ملتا ہے۔ حضرت خواجہ اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شام کے رہنے والے تھے۔ اپنے وطن سے چل کر بغداد آئے اور حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ جب آپ ان کی خانقاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے استفسار کیا:

تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے بصد ادب و احترام عرض کیا: ابو اسحاق شامی۔

انہوں نے فرمایا: "از امروز ترا ابو اسحاق چشتی خوانند کہ خلائق چشت و دیار آن از تو ہدائت یابند و ہر کہ سلسلہ ارادت تو در آید آنہارا نیز تا قیام قیامت چشتی خوانند"۔[10] "آج سے لوگ تجھے ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے اور چشت اور اس کے نواح کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہو گا، اسے قیامت تک چشتی کہہ کر پکارا جائے گا"۔

اس سلسلہ کے نامور اور مشہور بزرگانِ دین میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہم اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

اسلامی سماج کی نمایاں خصوصیات

ماہرین سماجیات نے سماج و معاشرہ کی مختلف تعریفات کی ہیں؛ مشہور ماہر سماجیات میک آئیور (Mac iver) معاشرے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "Society is a system of usages and procedures, of authority and mutual aid, of many groupings and divisions, of controls of human behavior and of liberties. This ever-changing complex system we call society. It is the web of social relationships".[11]

10۔ لاہوری، غلام سرور، مفتی، خزینۃ الاصفیاء، مترجم: علامہ اقبال احمد فاروقی، لاہور، مکتبہ نبویہ، 2001ء، 37/2

11. Maciver , RM & Charles, H P. Society An Introductory Analysis, London, Papermac , 1967, P 5.

"معاشرہ، اقتدار اور باہمی ربط کے طریقہ کار کے اس نظام کو کہتے ہیں جو مختلف افراد کی روایات، رسوم و رواج اور عادات و اطوار کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس بدلتے ہوئے پیچیدہ نظام کو ہم معاشرے کا نام دیتے ہیں۔ در حقیقت یہ معاشرتی تعلقات کا ایک جال ہے"۔

علامہ ابن خلدون کے مطابق: "معاشرہ، جامد یا منفی چیز نہیں بلکہ وہ حقیقت "کُل" ہے، یہ ایک نامیاتی جسم ہے اور اس کی اپنی ایک شخصیت ہوتی ہے"۔[12]

معاشرہ دراصل افراد کے ربط و تعاون سے قائم کردہ نظام کا نام ہے۔ ایک حقیقی معاشرہ کی تشکیل اسلام کے سنہری اصولوں کے نفاذ سے ممکن ہے۔ میثاقِ مدینہ اور صلح حدیبیہ کا چارٹر کُل عالَم کے لیے پہلے چارٹر آف ڈیموکریسی (میثاقِ جمہوریت) کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت صحابہ کرام نے عظیم الشان معاشرے کی بنیاد رکھی۔ خطبہ حجۃ الوداع کے نکات اور اہمیت سے جدید سوشل سائنس بھی انکاری نہیں بلکہ اسے معاشرہ کے لیے لازم تصور کیا جاتا ہے۔ توحید و رسالت، تقویٰ، بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی، عدل و انصاف، اعتدال اور میانہ روی، اخوت و محبت، اتحاد و یگانگت، ایثار و ہمدردی، مذہبی و شخصی آزادی، وحدتِ فکر، احساسِ ذمہ داری اور شرفِ انسانیت اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیات میں سے ہیں۔

حیاتِ مشائخ چشت میں سماجی بہبود کی جہات

مشائخ چشت "من لم یعرف احوال زمانه فهو جاهل"[13] کے مصداق اپنے زمانے کے حالات سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ ماہر طبیب اور حاذق حکیم کی طرح بہترین نباض بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ انسانیت کے دلوں پر حکومت کرنے لگے تھے اور مخلوقِ خدا جوق در جوق ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کی بارگاہ سے دینی و دنیوی راہنمائی اور روحانی بالیدگی کا سامان کرنے لگی۔ ذیل میں مشائخِ چشت کی مقدس حیات کے سماجی پہلوؤں کو اجاگر کیا جارہا ہے۔

12۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، علامہ، **مقدمہ ابن خلدون**، مترجم: علامہ راغب رحمانی دہلوی، کراچی، نفیس اکیڈمی، ط: یازدہم، 2001ء، 64/1

13۔ قاضی خان، حسن بن منصور، اوزجندی، فتاوٰی قاضی خان فی مذهب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 209/1

اخلاص وللّٰہیت

اسلام میں تمام اعمال کا دارومدار اخلاص پر ہے۔ زندگی بھر کی عبادت اس وقت اکارت ہو جاتی ہے جب اس میں اخلاص باقی نہ رہے۔ انسانوں کے تعلقات بھی اگر اخلاص پر استوار ہوں تو پائیدار رہتے ہیں۔ ہر وہ تحریک جو رضاکارانہ بنیادوں پر اٹھائی گئی ہو، اس کی بنیاد میں اگر اخلاص موجود نہ ہو تو وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان کی روحانی و اخلاقی فلاح اور مسائل زندگی کی اصلاح کے لئے ربِ لم یزل کی جانب سے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس قدسیہ منصبِ نبوت پر فائز ہوئے۔ مختلف زمانوں اور مختلف اقوام کے انبیاء کے درمیان جو قدر مشترک ہمیشہ موجود رہی وہ اخلاص وللّٰہیت ہی تھی۔ منصبِ رسالت پر فائز ہونے والی ہر ذات گرامی نے آغازِ تبلیغ سے ہی اپنی بے غرضی، بے نفسی اور اخلاص کا یقین دلایا، گویا وہ یہ جانتے تھے کہ جو پودا ہم لگانا چاہتے ہیں وہ اخلاص کے پانی کے بغیر نمو نہیں پا سکتا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے حقیقی وارث صوفیہ کرام کی مکمل زندگی اسی اخلاص سے عبارت تھی۔

یہی وجہ ہے کہ تصوف کی قرآنی تعبیر اخلاص بھی ہے۔ یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ﴾[14] (آپ فرما دیجئے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں، اس حال میں کہ میں تابعداری کو اسی کی ذات کے لئے خالص کرنے والا ہوں)

اخلاص کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ذات حق ہی مطلوبِ عبادت ہو، یعنی جزا و سزا سے قطع نظر اپنے مالک حقیقی کی رضا مقصود ہو۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے　　اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے[15]

اخلاص کی اسی وقعت و اہمیت کے پیش نظر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: احب الاعمال علی الاخلاص فی العمل[16] "اعمال میں سے محبوب ترین امر وہ اخلاص ہے جو عمل میں ہو"۔

14۔ الزمر: 14/39

15۔ محمد اقبال، علامہ، **بانگ درا**، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، ط: اول، (س۔ن)، ص 143

16۔ ہجویری، علی بن عثمان، (داتا گنج بخش)، **کشف المحجوب فارسی**، ص 95

ابن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الاعمال کلھا اشباح و اجساد ، وارواحھا وجود الاخلاص فیھا [17] "اعمال خالی ڈھانچوں کی مثل ہیں اور ان کی روح اخلاص ہے"۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "عارف وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کے اندر ہو اسے باہر نکال دے تاکہ وہ بھی اپنے دوست کی طرح یگانہ ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے کوئی چیز مخفی نہ رکھے گا اور وہ دونوں جہاں سے بے پرواہ ہو جائے گا"۔[18]

محبوبِ الٰہی، سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ صوفی کسے کہتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "صوفی اسے کہتے ہیں کہ جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی مانند دنیا کی دوستی سے بری ہو اور حق تعالیٰ کے فرمان کو بجالانے والا ہو۔ جس کی تسلیم و رضا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تسلیم و رضا کی مانند ہو۔ جس کا صبر، حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کی مثل ہو۔ جس کا شوق، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شوق کے جیسا ہو اور جس کا اخلاص، سرور عالم، سید کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاص کی مثل ہو"۔[19]

احترامِ انسانیت

مشائخ چشت کی تعلیمات کا مرکز و محور احترامِ انسانیت ہے۔ چنانچہ سلسلہ چشت کے روحِ رواں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "گناہ تمہیں اس قدر نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو خوار کرنا اور اس کی بے عزتی کرنا"۔[20]

17- الشاذلی، عبد القادر عیسٰی، **حقائق عن التصوف**، الباب الثالث: طریق الوصول الی اللہ، حلب، دار العرفان، الطبعۃ السادسۃ عشر، 2007، ص256

18- کاکی، خواجہ قطب الدین بختیار، **دلیل العارفین (ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)**، (مشمولہ ہشت بہشت)، مترجم: مولانا غلام احمد بریال، لاہور، مکتبہ زاویہ، 2003ء، ص166

19- دہلوی، امیر خسرو، **افضل الفوائد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، مترجم: محمد لطیف ملک، لاہور، مشتاق بک کارنر، 2015ء، ص140-141

20- کاکی، خواجہ قطب الدین بختیار، **دلیل العارفین (ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)**، ص165

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں اپنے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت خواجہ بار بار باہر کی طرف دیکھتے تھے اور اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر بیٹھ جاتے تھے، چھ سات مرتبہ آپ نے ایسے ہی کیا۔ بعد ازاں میں نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ اٹھنا اور بیٹھنا کس کے لئے تھا؟ فرمایا کہ دروازہ کے باہر میں نے ایک مرد کو بیٹھے ہوئے دیکھا، جب اس پر میری نظر پڑتی تھی مجھ کو واجب ہوتا تھا کہ اس کے سفید بالوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاؤں، میرے کھڑا ہونے کا یہی سبب تھا۔[21]

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قیامت کے دن ایک آدمی کو لائیں گے کہ اس کی عبادت پہاڑوں کی مثل ہو گی، اس قدر عبادت کے باوجود اسے عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ غیب سے ندا دی جائے گی کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مخلوقِ خدا کو ستایا ہے اور مخلوقِ خدا کی دل آزاری کی ہے"۔[22]

تکریمِ نسواں

شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: "بیٹیاں خدا کا ہدیہ ہیں، پس جو شخص ان کو خوش رکھتا ہے خدا اور رسول اللہ ﷺ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ جس شخص کو رب العالمین بیٹیاں عنایت کرے، خدا اس سے خوش ہوتا ہے اور جو شخص بیٹیوں کی ولادت پر اظہارِ مسرت کرے، یہ خوشی اس کے لئے خانہ کعبہ کی ستر مرتبہ زیارت کرنے سے بھی افضل ہے"۔[23]

ایک مجلس میں شیخ حسن رحمہ اللہ کا خادم ملیح کچھ مصری شیخ رحمہ اللہ کی نذر کرنے لایا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استفسار فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ شیخ حسن رحمہ اللہ نے عرض کیا، اس کی ایک لڑکی کا نکاح ہوا ہے یہ اس کی شیرینی لایا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم میں تھا کہ ملیح کی چار بیٹیاں ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے ملیح سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: "جس کی ایک بیٹی ہو، وہ اس کے اور دوزخ کے

21۔ دہلوی، امیر خسرو، **افضل الفوائد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، ص 48-49

22۔ ادہلوی، امیر خسرو، **افضل الفوائد**، ص 75

23۔ اجمیری، خواجہ معین الدین چشتی، **انیس الارواح (ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی)**، ایضاً، ص 108

درمیان دیوار بن جائے گی، پھر تمہاری تو چار بیٹیاں ہیں۔ مزید فرمایا کہ "ابو البنات مرزوق" "پدر دختراں راوسعتے باشد دررزق"۔[24] (بیٹیوں کے باپ کے رزق میں برکت دی جاتی ہے)"

خدمت خلق

مشائخ چشت کے یہاں مخلوق کی خدمت، ان کی حاجت برآری اور پریشانیوں میں ان کی غم گساری کا سلسلہ عبادت سے جڑا ہوا ہے بلکہ خدمت خلق کو وہ کئی جہت سے بعض عبادات سے بھی بہتر اور افضل گردانتے ہیں۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر نفیس اقبال لکھتے ہیں کہ:

" سلسلہ چشتیہ انسانی برادری کی وحدت کا قائل ہے اور انسانی برادری کو ایک رشتہ الفت میں پرونے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ کے مشائخ کے نزدیک مذہب، خدمتِ خلق کا دوسرا نام ہے اور بنی نوع انسان کو راحت پہنچانے کی کوشش روحانی کوشش ہے۔ انہی وجوہات کی بناپر اس سلسلہ کی خانقاہیں محبت اور دلنوازی کا مرکز بن گئی تھیں، جہاں ہر شخص اپنی تکلیف بھول جاتا تھا"۔[25]

خدمت خلق کو عبادات کے درجہ میں رکھنے اور تصور کرنے کی وجہ ہی سے مشائخ چشت نے ہر دور میں خدمت خلق کو سر فہرست رکھا اور اسے اولیں ترجیحات میں جگہ دی اور یہیں سے بیعت و ارادت کے باب میں سلسلہء چشت کی تاریخ میں یہ روایت پوری آب وتاب کے ساتھ ملتی ہے کہ جب بھی وہ کسی کو اپنی خلافت سے نوازتے اور خرقہ ارادت پہناتے اس وقت سب سے پہلے یہ وصیت کی جاتی کہ مخلوق خدا کی ہر طرح خدمت کرنا ان پر لازم وواجب ہے اور اس سلسلہ میں اگر انہیں خود پریشان و سرگرداں ہونا پڑے یا ان کے آرام میں دقت پیدا ہو تو اس کی پرواہ نہ کی جائے اور خدا کی مخلوق کی خدمت برابر جاری رکھی جائے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اپنے ایک خلیفہ کو خط لکھ کر فرماتے ہیں: "فیض دینیو دنیوی بہ عالم رسانید وہمہ حلاوت وعیش خود فدائے آں بندگاں باید کرد[26]۔ "یعنی دینی اور دنیاوی فیض دنیا کو پہنچاؤ، اپنا عیش و آرام اور راحت انسانوں پر فدا کردو"۔

24۔ سنجری، امیر حسن، **فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، ایضاً، 4/777

25۔ نفیس اقبال، ڈاکٹر، **ابدیت کے تناظر سے**، لاہور، طیب اقبال پریس، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ص 112

26۔ کلیمی، محمد قاسم، مولوی، **مکتوبات کلیمی (مکتوبات شاہ کلیم اللہ دہلوی)**، دہلی، مطبع مجتبائی، (س،ن)، ص 60

بین المذاہب ہم آہنگی

صوفیہ کرام کی تعلیمات ہمہ گیریت اور عالمگیریت کے وصف سے موصوف ہوتی ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ ان کے اخلاقِ حسنہ کی بدولت اپنے تو اپنے پرائے بھی ان کے گرویدہ ہوتے ہیں۔ ہر خاص وعام کا تانتا بندھا ہوتا ہے۔ ہر وقت کسی نہ کسی کے دکھ درد کا مداوا ہو رہا ہوتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسی حوالہ سے فرماتے ہیں:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں فقط یہ بات کہ پیرِ مُغاں ہے مردِ خلیق[27]

انہی اخلاقِ حسنہ کی بدولت ہی اسلام کی روشنی سے چہار دانگِ عالم منور ہوتے ہیں۔ مشائخ چشت کے ہاں بھی اس اسلوب کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے، مثلاً: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ہر دیو نام کا ایک ہندو اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن وہ حاضر ہوا تو پریشانی کے آثار اس کے چہرے سے ٹپک رہے تھے۔ اصل میں ماجرا یوں ہوا کہ ایک مسلمان دکاندار نے ہر دیو کے ساتھ چھیڑ خانی کی اور اسے مسلم حکومت کا محکوم بتانے کے لئے اسے ذمی کہہ کر پکارا، اس سب سے اس کا مقصد اس ہندو پر اپنی برتری ظاہر کرنا تھا کہ ہماری حیثیت حاکم کی جبکہ تمہاری حیثیت رعایا کی ہے۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے ذمی کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا: "ہم سب خدا کے ذمی ہیں، کوئی انسان کسی انسان کا ذمی نہیں ہو سکتا، کیونکہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسان کی ویسی حفاظت کر سکے جیسی خدا اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے"۔[28] آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ذمی اور حربی کی فقہی بحث کو نہیں چھیڑا بلکہ اس کا ایک ایسا مفہوم بیان کیا کہ جس کی وجہ سے اس کا دل بھی مطمئن ہو گیا اور مسئلہ بھی واضح ہو گیا۔

ایذاءرسانی سے گریز

صوفیہ کرام کے نزدیک مخلوقِ خدا کے نقصان اور اذیت سے باز رہنا بھی نیکی ہے۔ اسی ضمن میں حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف "کشف المحجوب" میں حضرت ابو حمزہ بغدادی بزار رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: اذا سلمت منک نفسک فقل ادیت حقها واذا

27۔ محمد اقبال، علامہ، **بال جبریل**، لاہور، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، ط: دوم، (س۔ن)، ص236

28۔ نظامی، سید حسن، خواجہ، **نظامی بنسری**، لاہور، زاویہ پبلشرز، 2005، ص45

اسلم منک الخلق قضیت حقوقھم[29]"جب تو اپنے نفس سے سلامتی حاصل کر لے تو تُو نے اپنی حفاظت کا حق ادا کر دیا اور جب مخلوق تجھ سے سلامتی حاصل کر لے تو تُو نے مخلوق کا حق ادا کر دیا"۔

تعلیمات مشائخ چشت میں بھی اسی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ مخلوقِ خدا کے ساتھ برائی نہ کرنا ہی بذات خود بڑی نیکی ہے۔ چنانچہ محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:" دریں عہد کہ مائیم اگر یکے را گویند کہ بد نیست بہماں قدر او را نیک تواں گفت آں گاہ فرمود کہ اگر کسے در عیب مردماں فرو نشود وکسے را بد نگوید اگرچہ او بد باشد ہم او را نیک گیرند، بد نگویند"۔[30] اس عہد میں جس میں ہم ہیں اگر کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ برا آدمی نہیں ہے تو اسی قدر اسے نیک کہا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کی عیب جوئی نہیں کرتا اور کسی کی برائیوں کی ٹٹول میں نہیں رہتا اور کسی کو بُرا نہیں کہتا تو چاہے وہ بُرا آدمی ہو، مگر اس صفت کی وجہ سے اسے نیک کہا جائے گا، بُرا نہیں کہا جائے گا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

گر با عیبی وعیب نہ جوئی نیکی وربد باشی وبد نگوئی نیکی[31]

اگر تم میں عیب ہو اور تم دوسروں کے عیبوں کو کھولتے نہ پھرو تو تم نیک ہی ہو اور اگر تم خود بُرے ہو مگر دوسروں کو بُرا نہیں کہتے پھرتے تو تم نیک ہی ہو۔

دردمندی کا جذبہ

ایک مرتبہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عزیز خواجہ عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک دعوت میں شرکت کرنے کے بعد حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ ایک دعوت سے، وہاں لوگ یہ کہتے تھے: "شیخ نظام الدین کو بڑا فروغ باطنی حاصل ہے، انہیں اس جہان کا کوئی غم اور فکر نہیں ہے"۔

حضرت محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"ایں قدر غم واندوہ کہ مراہست ہیچ کس دریں جہاں نیست، زیرا کہ چندیں خلق می آئند وغم واندوہ خویش می گوئند۔ آن ہمہ بر دل وجان من می نشیند۔ عجب دلے باشد کہ غم بردار

29۔ ہجویری، علی بن عثمان، **کشف المحجوب**، ص205

30۔ سنجری، امیر حسن، **فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، ایضاً، 4/741

31۔ ایضاً

مسلمان بشنود و دروے اثر نکند"۔[32]"جس قدر غم واندوہ مجھے رہتا ہے کسی کو اس جہان میں نہ ہو گا۔ اس واسطے کہ اتنی مخلوق میرے پاس آتی اور اپنے رنج اور تکلیف بیان کرتی ہے، ان سب کا بوجھ میرے دل و جان پر پڑتا ہے۔ وہ عجب دل ہو گا جو مسلمان بھائی کا غم سنے اور اس پر کوئی اثر نہ ہو"۔ یقیناً بندگانِ خدا کو ایسے ہی اللہ والوں کی ضرورت ہے؛ غالب کہتے ہیں:

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالؔب　　تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں[33]

اقبال رحمہ اللہ نے انسانی درد و غم کے احساس کو خونِ جگر سے تعبیر کیا ہے:

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں پر کیا لذت اس رونے کی
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا[34]

ایک دن آپ کی بارگاہ میں آنے والوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ بعض لوگوں کو دھوپ میں بیٹھنا پڑا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو طبیعت بے چین ہو گئی، اسی وقت فرمایا: "ذرا پاس پاس ہو بیٹھو تاکہ وہ بھی سائے میں بیٹھیں کیونکہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ ہیں اور جلتا میں ہوں"۔[35]

سخاوت وفیاضی

سخاوت و فیاضی بھی مشائخِ چشت کا شعار رہا ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے سرخیل حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص بھی میرے پاس آئے، خواہ دولت مند ہو یا غریب؛ اسے محروم نہ رکھنا۔ مجھ پر واجب ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ عطا کروں"۔[36]

شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: "اے درویش! زمین سخی آدمی پر فخر کرتی ہے۔ وہ رات اور دن جب زمین پر چلتا ہے تو نیکیاں اس کے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں"۔[37] مزید اسی ضمن

32۔ قلندر، حمید شاعر، **خیر المجالس (ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی)**، کراچی، واحد بک ڈپو، (س،ن)، ص96

33۔ غالب، اسد اللہ خان، مرزا، **دیوان غالب**، لاہور، شیخ مبارک علی تاجر وناشر کتب، (س،ن)، ص212

34۔ محمد اقبال، علامہ، **بانگ درا**، ص210

35۔ سنجری، امیر حسن، **فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، ایضاً، 3/694

36۔ نظام الدین، محمد، خواجہ، **راحت القلوب (ملفوظات خواجہ فرید الدین مسعود)**، ص218

میں فرمایا: "سخی لوگ ایک ہزار سال پہلے بہشت کی خوشبو سونگھیں گے اور ہر روز ان کو پیغمبری کا اجر و ثواب ملتا رہے گا"۔[38] حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی کی زبان سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: "جس شخص میں تین باتیں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے؛

اول:۔ سمندر جیسی سخاوت، دوم:۔ آفتاب جیسی شفقت، سوم:۔ زمین جیسی تواضع"۔[39]

شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: "جس وقت کوئی آدمی پیاسے کو پانی پلاتا ہے، اسی گھڑی اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں گویا کہ وہ ابھی شکمِ مادر سے پیدا ہوا ہے، اور وہ بغیر حساب کے بہشت میں جائے گا اور اگر اسی روز فوت ہو جائے تو شہید ہو کر فوت ہو گا۔"[40]

کھانا کھلانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں گویا ہوئے: "جو شخص بھوکے کو کھانا کھلائے، خداوند تعالیٰ اس کی ہزار حاجات کو پورا فرماتا ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے اور بہشت میں اس کے لئے ایک محل بناتا ہے۔"[41] حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے روحانی شیخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے ذکر فرمایا کرتے تھے: "حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رسم تھی کہ اگر خانقاہ میں کوئی چیز موجود نہ بھی ہوتی تو اپنے خادم شیخ بدر الدین غزنوی کو فرماتے جو شخص آئے اسے کم از کم پانی دو، تاکہ بخشش اور عطا سے خالی نہ جائے"۔[42]

رواداری

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحمل و برداشت کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں: "معاملہ خلق بر خلق سہ قسم است؛ قسم اول آنست کہ ازیں کس بدیگرے نہ منفعت برسد و نہ مضرت، حکم ایں کس حکم جماد

37۔ اجمیری، خواجہ معین الدین چشتی، **انیس الارواح (ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی)**، ص100

38۔ ایضاً

39۔ بختیار کاکی، خواجہ قطب الدین، **دلیل العارفین (ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)**، ص167

40۔ اجمیری، خواجہ معین الدین چشتی، **انیس الارواح (ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی)**، ص100

41۔ ایضاً

42۔ نظام الدین، محمد، خواجہ، **راحت القلوب (ملفوظات خواجہ فرید الدین مسعود)**، ص218

باشد۔ قسم دوم ازیں بہتر کہ بدیگرے منفعت برسد ز مضرت۔ قسم سیوم از ہر دو خوشتر است کہ ازیں کس بدیگرے منفعت برسد، دیگر اورا مضرت رسانند او مکافات نکند و تحمل کند و حلم ورزد واین کار صدیقانست"۔[43] "مخلوق کے آپس کے معاملات کی تین اقسام ہیں۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جن سے نہ کسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ نقصان؛ ایسے لوگ بمنزلہ جمادات ہیں۔ دوسری قسم اس سے بہتر ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے فائدہ پہنچتا ہے لیکن نقصان نہیں پہنچتا۔ تیسری قسم کے لوگ مذکورہ دونوں سے عمدہ اور اچھے اوصاف کے حامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے دوسروں کو ہمیشہ فائدہ پہنچتا ہے اور اگر انہیں دوسروں کی طرف سے نقصان پہنچے تو وہ اس کی پاداش و مکافات کا خیال نہیں کرتے، بلکہ تحمل وبردباری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور تکالیف کو برداشت کرتے ہیں؛ یہی صدیقین کا کام ہے"۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ دشمنوں کی بیخ کنی کرنے میں بڑے متحمل اور بردبار تھے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا: "جو قتل کرتا ہے کرنے دو، آخر کار قتل کرنے والا قاتل ہی ہے"۔[44]

حضرت شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہر ایک کا ظلم سہنا چاہئے اور انتقام لینے کی نیت بھی نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے بعد زبان مبارک سے یہ مصرعے ارشاد فرمائے:

ہر کہ مارا یار نبود ایزد او را یار باد   وآنکہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد

جو ہمارا دوست نہ بنے، اللہ تعالیٰ اس کا دوست رہے اور جو ہمیں تکلیف پہنچائے اسے خوب راحت نصیب ہو۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھا:

ہر کے او خارے نہد در راہِ ما از دشمنی   ہر گلے کز باغِ عمرش بشگفد بیخار باد

جو بھی دشمنی کی وجہ سے ہمارے راستے میں کانٹے بچھائے اس کی زندگی کے چمن کا ہر پھول بے کانٹا کھلا رہے"۔[45]

پردہ پوشی

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درویش کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

43۔ سنجری، امیر حسن، **فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، ایضاً، 5/826-827

44۔ سنجری، امیر حسن، **فوائد الفواد**، 4/727

45۔ ایضاً، 2/689

"درویشی پردہ پوشی کا نام ہے، پس درویش کو لازم ہے کہ وہ چار چیزوں سے دور رہے۔

1۔ درویش آنکھیں اندھی بنالے، تاکہ لوگوں کے عیب نہ دیکھ سکے۔

2۔ کانوں کو بہرا کرلے، تاکہ ایسی بات نہ سن سکے جو سننے کے لائق نہ ہو۔

3۔ زبان کو گونگی کرلے، تاکہ نامناسب کلمہ زبان پہ نہ لائے۔

4۔ پاؤں کو لنگڑا بنالے، تاکہ جہاں جانا غیر مناسب ہو، وہاں حاضر نہ ہوسکے۔

اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہیں تو سمجھ لو کہ وہ درویش ہے وگرنہ دروغ گو مدعی ہے اور اس میں درویشی کی کوئی بات نہیں ہے"۔[46] حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عیب پوشی اور پردہ پوشی کے حوالہ سے فرمایا: "اگر کوئی کسی عیب کی وجہ سے کسی کو طعن و تشنیع کرے تو اسے غور و فکر کرنی چاہئے کہ کیا وہ اس عیب سے پاک ہے یا نہیں؟ اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو اسے شرم کرنی چاہئے کہ جو عیب اس کی اپنی ذات میں موجود ہے، وہ اسی عیب کی وجہ سے دوسروں پر طعن کیوں کرتا ہے؟ اور اگر وہ عیب اس کی ذات میں نہیں پایا جاتا تو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہء شکر بجالانا چاہئے کہ جس نے اسے اس عیب سے پاک رکھا ہے، پھر بھی اسے دوسروں کو بُرا بھلا نہیں کہنا چاہئے"۔[47]

حسنِ معاملہ کی اہمیت

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت شبلی اور حضرت جنید بغدادی رحمہم اللہ کی مقبولیت اور شہرت کے حقیقی سبب کے بارے میں ایک بنیادی بات ذکر فرمائی: چندیں علما و دانشوراں بودہ اند، ہیچ کس داند کجا شدند و کہ بودند؟ این صیت کہ باقی ماند سبب حسن معاملہ است۔ شبلی و جنید تاکے بودہ اند مردم ہم چنیں داند کہ وے پریر ورز بودہ اند، ایں ہمہ حسن معاملہ است[48]۔ "بہت سے علماء و دانشمند گزرے، کون جانتا ہے کہ کہاں گئے اور کیا تھے؟ اسی طرح شبلی و جنید کو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے وہ کل اور

46۔ نظام الدین، محمد، خواجہ، **راحت القلوب (ملفوظات خواجہ فرید الدین مسعود)**، ص217

47۔ سنجری، امیر حسن، **فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، 5/817

48۔ ایضاً، 4/761

پر سوں ہی کے لوگ ہیں۔ ان حضرات کی یہ شہرت، ان کے حسنِ معاملہ ہی کی وجہ سے ہے اور یہ حیاتِ معنوی ہے، اسے آسانی سے حاصل نہیں کیا جاسکتا"۔

احسانی رویوں کی تشکیل میں کردار

معاشرے کو مضبوط بنیادوں پر قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے احسانی رویے درست ہوں اس سلسلے میں صوفیہ کرام نے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں جن کا بیان سطور ذیل میں کیا گیا ہے جس سے صوفیہ کرام کے کردار کی صحیح معنوں میں وضاحت ہوتی ہے اور یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ یہ ان نفوس قدسیہ نے اس ضمن میں گراں قدر بے لوث انداز سے خدمت انجام دی۔

الف۔ جذبہ عشق و محبت کا فروغ

حیاتِ مشائخِ چشت کا بنیادی مقصد رب العالمین اور رحمۃ للعالمین ﷺ سے مستحکم والہانہ تعلق کی استواری ہے۔ ان کے نزدیک محبت ہی رازِ حیات ہے۔ اگر آتشِ محبت و عشق سے دل خالی ہو تو وہ فقط گوشت کا ایک بے جان ٹکڑا ہے اور اگر یہی دل تپشِ سوزِ عشق سے معمور ہو تو انوارِ ربانی کا محل ہے اور یہ کٹھن راستہ آہستہ آہستہ طے ہوتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے[49]

یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک خط میں مولانا فخر الدین مروزی کو لکھتے ہیں:

"اتفاق اصحاب طریقت و ارباب حقیقت است کہ اہم مطلوب و اعظم مقصود از خلقت بشر محبت رب العالمین است"۔[50] "اصحاب طریقت اور اربابِ حقیقت کا اس بات میں اتفاق ہے کہ تخلیقِ حضرتِ انسان کا اہم اور عظیم مطلوب و مقصود رب العالمین کی محبت ہے"۔ محبت کے دعویٰ کی سچائی کی دلیل کیا ہے؟ اس حوالہ سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ پیشِ نظر رہنا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں: "جو شخص محبت کا دعوٰی کرے اور مصیبت کے وقت فریاد کرے، درحقیقت وہ سچا دوست نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دوستی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ

49۔ محمد اقبال، علامہ، **بانگ درا**، ص198

50۔ کرمانی، محمد بن مبارک، **سیر الاولیاء**، مترجم: ڈاکٹر عبد اللطیف، دہلی، ماہ نور پبلیکیشنز، 2005ء، ص468

بھی دوست کی طرف سے آئے، اس پر راضی رہے اور لاکھوں شکر بجالائے کہ اسی بہانے سے دوست نے یاد تو کیا ہے"۔[51]

محبتِ الٰہی کا جذبہ جب انسان کے دل میں گھر کرلیتا ہے تو فکر و عمل کا کوئی گوشہ اس سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہتا، بالکل اس آگ کی طرح جو جنگل میں سلگائی جائے اور وہ آہستہ آہستہ پورے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے کر اسے خاکستر بنادے اور جنگل کی زمین بالکل صاف ہو جائے۔ اسی طرح آتش محبت و عشق انسان کے دل کی سرزمین میں کینہ، بغض، حسد، تکبر اور ریاکاری وغیرہ کے نظر نہ آنے والے جنگل کو صاف کر کے سوز و گداز، درد و کرب، احترامِ انسانیت، خدمتِ خلق اور عفو و درگزر کے سدا بہار گلشن آباد کر دیتی ہے۔ جن کی سیرابی کا سامان آنکھوں کا پانی بنتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:" خدا کی محبت کی راہ اس کے بندوں کی محبت میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ جو انسان چاہتا ہے خدا اسے محبت کرے، اسے چاہیئے کہ خدا کے بندوں سے محبت کرنا سیکھے"۔[52] بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو، خدا کے بندوں سے پیار ہو گا[53]

مشائخِ چشت نے محبتِ الٰہی کی اسی عملی راہ کو اختیار کیا تھا۔ ان کی زندگیاں خدمتِ خلق کے لئے وقف تھیں اور وہ شب و روز قلوبِ انسانی کو ایک رشتہ الفت میں پرونے کے لئے بے چین رہتے تھے۔

ب۔ سماع کی ترویج

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سماع کے بارے میں فرماتے ہیں:" سماع میں ایسا لطف موجود ہے جو سماع کے علاوہ کسی چیز میں نہیں ہے۔ صاحبِ طریقت اور مشتاقِ حقیقت لوگوں کو سماع میں اس قسم کا ذوق حاصل ہوتا ہے جیسا کہ بدن میں آگ لگ اٹھتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو لقا کہاں ہوتا اور لقا کا لطف ہی کیا

51۔ فرید الدین، مسعود، فوائد السالکین (**ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی**)، محوّلہ بالا، ص190

52۔ ابوالکلام، احمد آزاد، **ترجمان القرآن**، لاہور، اسلامی اکیڈمی، عرفان افضل پریس، 1/141

53۔ محمد اقبال، علامہ، **بانگ درا**، ص120

ہوتا"۔[54] حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ بدر الدین غزنوی نے عرض کی کہ اہل سماع کی بے ہوشی کی کیا وجہ ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا:"جس روز اہلِ سماع نے "الست بربکم" کی صدا سنی تو اسی روز سے عالمِ بے ہوشی میں ہیں اور وہ بے ہوشی آج تک ان میں پائی جاتی ہے۔ پس جب سماع سنتے ہیں تو اسی بے ہوشی کا اثر ان میں ہوتا ہے"۔[55]

ہم بھی تھے روزِ ازل صحبتیِ بزمِ الست بھولتی ہی نہیں وہ لذت گفتار ہنوز[56]

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغِ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ:"سماع کی چار اقسام ہیں؛ حلال، حرام، مکروہ، مباح۔

ان کی وضاحت کچھ یوں ہیں کہ اگر صاحبِ وجد کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ ہو تو مباح ہے۔ اگر مجاز کی طرف ہو تو مکروہ ہے۔ اگر دل مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو حلال ہے اور اگر دل بالکل مجاز کی طرف ہو تو حرام ہے"۔[57]

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغِ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سماع اور وجد کی کیفیت کے بارے حضرت خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز کا ایک فرمان مبارک بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے:"سماع ایک سرِّ حق ہے۔ جب حیوانی خصلتیں جو ذاتِ عالم میں ہیں، اس کی ذات سے تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور انسانی خصلتیں اس کے دل پر غالب آتی ہیں تو عشق کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ہیبت سے جنبش شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہو جاتا ہے جس کے ذوق سے وہ رقص کرنے لگتا ہے"۔[58]

54۔ فرید الدین، مسعود، فوائد السالکین **(ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی)**، محوّلہ بالا، ص195

55۔ نظام الدین، محمد، خواجہ، **راحت القلوب (ملفوظات خواجہ فرید الدین مسعود)**، ص226-227

56۔ آسی غازی پوری، **مجلّہ الاحسان**، الہ آباد، شاہ صفی اکیڈمی، مارچ2012ء، شمارہ3، ص8

57۔ خواجہ محب اللہ چشتی، **مفتاح العاشقین (ملفوظات خواجہ محمد نصیر الدین)**، ص868

58۔ ایضاً

معاشرتی استحکام میں کردار

معاشرہ، انسانوں سے وجود پذیر ہوتا ہے۔ انسانوں کے مثبت رویے اس کو استحکام کی طرف لے جاتے ہیں جبکہ منفی رویے معاشرے کے اضمحلال اور تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔ مشائخِ چشت نے مثبت انسانی رویوں کی ترویج اور منفی سماجی رویوں کی تہذیب کے ذریعے سے معاشرتی استحکام میں اپنا انمٹ کردار ادا کیا۔ ذیل میں اس حوالہ سے چند امور پیش کیے جارہے ہیں۔

الف۔ مثبت سماجی رویوں کی ترویج

جس طرح مشائخ چشت کے یہاں خدمت خلق کا تصور گہرا اور مضبوط ہے، اسی قدر لوگوں کو کسی قسم کی ایذا پہنچانے کا خیال بھی ان کے یہاں ناروا ہے۔ کوئی انہیں کتنی ہی تکلیف دے، وہ امن و سلامتی کے پیامبر اور صلح و آشتی کے علمبردار نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ دوسروں کی تکلیف پر صبر اور مخلوق کی ایذارسانی پر انہیں معاف کرنا بھی مشائخ چشت کے یہاں خدمت خلق کی ہی ایک قسم ہے۔ مشائخِ چشت رحمہم اللہ علیہم نے ہر ہر موقع پر اپنے متوصلین کو نصیحت کی کہ اس دنیا میں فوز و کامرانی کے الفاظ اس وقت تک حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتے جب تک انسان خدمتِ خلق کو اس طرح سے شعارِ زندگی نہ بنالے کہ برائی کا خیال ہی اس کے قلب و باطن سے محو ہو جائے۔ دنیا جفا کرے اور وہ وفا کا پیکر بن جائے، لوگ تکلیف پہنچائیں اور وہ اسبابِ راحت و آسائش مہیا کرے، لوگ اسے بُرا بھلا کہیں اور وہ چیں بہ جبیں ہونے کی بجائے اصلاحِ نفس کی جانب متوجہ ہو جائے۔ ایک موقع پر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"اگر میاں دو کس آزادے باشد سبیل آنست کہ ایں کس از طرف خود درونہء خود صاف کند، چوں ایں کس درونہء خود از عداوت پاک کند، البتہ از جانب او ہم آزار کم شود"۔[59] "اگر دو آدمیوں میں جھگڑا اور رنجش ہو تو طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنا دل بالکل پاک و صاف کرے۔ جب ایک شخص اپنا باطن عداوت سے پاک کرے گا تو دوسرے کی طرف سے بھی آزار کم ہو جائے گا"۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے: "بد گفتن اندک است امابد خواستن ازاں بدتر است"۔[60] "بُرا کہنا، بُرا چاہنے کے مقابلے میں کم بُرا ہے، بُرا چاہنا، بدتر

59۔ کرمانی، محمد بن مبارک، سیر الاولیاء، ص580۔581

60۔ ایضاً، ص580

ہے"۔ایک شخص نے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بار گاہِ عالیہ میں حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ کچھ لوگ آپ کو بر سرِ منبر بُرا بھلا کہتے ہیں اور ہم ایسا سننے کی تاب نہیں رکھتے ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا:"من آں از ہمہ عفو کردم، چہ جائے آنست کہ کسے بعداوت مردم مشغول شود و ہر کہ مرا بد گفت از و عفو کردم"۔[61] "میں نے ان تمام لوگوں کو معاف کر دیا، ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے کہ کسی کی عداوت میں مشغول ہوں، جس نے بھی مجھے بُرا اور ناروا کہا ہے، میں نے اسے معاف کر دیا"۔

ب۔ منفی سماجی رویوں کی تہذیب

حیاتِ مشائخِ چشت کا لب لباب اور خلاصہ اگر پیش کیا جائے تو وہ ان الفاظ کا جامع ہو گا کہ ان کی حیات مبارکہ کی ایک ایک ساعت معاشرے کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کے لئے وقف تھی۔ وہ سماج میں مثبت رویوں کی نشر و اشاعت کرنے کے ساتھ ساتھ منفی رویوں کی توبیخ و تہذیب کرنے والے بھی تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے:"یکے خار نہد و تو ہم خار نہی۔ایں خار خار باشد۔۔۔۔میاں مرداں ہم چنیں است کہ بالغزاں نغزی با کوزاں کوزی، امامیان درویش ہم چنین نیست کہ بالغزاں نغزی با کوزاں ہم نغزی"۔[62] "اگر کوئی شخص تمہارے راستے میں کانٹے بچھاتا ہے اور تم بھی اس کے راستے میں کانٹے بچھانا شروع کر دو تو ہر طرف کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے، عام لوگوں میں یہ دستور ہے کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں جبکہ درویشوں کا یہ دستور نہیں ۔ یہاں نیک و بد دنوں کے ساتھ نیک ہونا چاہئے"۔ایک اور موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"نفس است و قلب است ہر گاہ کہ کسے بنفس پیش آید و ایں کس می باید کہ بقلب پیش آید یعنی در نفس ہمہ خصومتست و غوغا و فتنہ و در قلب سکوت و رضا و ملاطفت، پس چوں کسے بنفس پیش آید و ایں کس بقلب پیش آید نفس مغلوب شد، اما اگر کسے مقابلہ نفس ہم بنفس پیش آید پس خصومت و فتنہ راحد کجا است"۔[63] انسان کے پاس دو چیزیں ہیں؛ ایک نفس، دوسرا قلب۔ جب کوئی نفس سے پیش آئے، اس سے قلب سے پیش آنا چاہئے۔ نفس میں دشمنی، غوغا اور فتنہ ہے اور قلب میں سکوت، رضا اور ملائمت۔ پس جب کوئی نفس (دشمنی) سے پیش آئے تو

61۔ کرمانی، محمد بن مبارک، **سیر الاولیاء**، ص580

62۔ سنجری، امیر حسن، **فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)**، 2/689

63۔ کرمانی، محمد بن مبارک، **سیر الاولیاء**، ص580

قلب (نرمی) سے پیش آنا چاہئے، اس طرح نفس (دشمنی) مغلوب ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی نفس سے پیش آئے اور دوسرا بھی اس کا مقابلہ نفس سے کرے تو پھر دشمنی اور فتنہ کی کوئی حد نہیں رہتی"۔

ج۔ ایجابی اسلوب اصلاح

مصیبت زدوں اور غربت کے ماروں سے سچی محبت و ہمدردی صرف وہی کر سکتا ہے جو مصیبت اور غربت کی تمام تکالیف کو اپنے اوپر طاری کر سکتا ہو۔ جس کا شکم سیر ہو وہ فاقہ زدوں کی حالت کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے، جس کو زندگی کی تمام تر آسائشیں میسر ہوں وہ حاجت مندوں کی بے چینی اور تکلیف کا احساس کیونکر کر سکتا ہے! مشائخِ چشت کی زندگی کے واقعات شاہد عادل ہیں کہ ان کی اخلاقی تعلیمات فقط زبان تک محدود نہ تھیں بلکہ وہ خود اخلاقی اصولوں کی زندہ جاوید مثال تھے۔ وہ خود بھوکے، پیاسے رہا کرتے تھے تا کہ فاقہ زدوں کی بھوک پیاس کا ادراک حقیقی طور پہ کر سکیں۔ مشائخِ چشت نے گفتگو یا تحریر کی وساطت سے ہی نہیں بلکہ اپنی حسنِ کردار کے ذریعے سے معاشرے کو اخلاقی و روحانی تعلیمات سے آگاہی عطا کی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے، اس طرح کہ شاذ و نادر ہی کبھی سحری کھائی ہو۔ خواجہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جو حضرت کے خدمتگار تھے، عرض کرتے، مخدوماں! آپ نے افطار کے وقت بہت ہی کم کھانا تناول فرمایا ہے۔ اگر سحری کے وقت بھی کھانا تناول نہ کریں گے تو ضعف بڑھ جائے گا اور طاقت سلب ہو جائے گی۔ اپنے خدمتگار کی یہ بات سن کر حضرت خواجہ زار و قطار رونے لگتے اور فرماتے: "چندیں مسکیناں و درویشاں در کنجہائے مساجد و دوکانہا گرسنہ و فاقہ زدہ افتادہ اند، ایں طعام در حلق من چگونہ فرو درود"۔[64] "بہت سے درویش اور مساکین مساجد کے کونوں اور دکانوں میں بھوکے اور فاقہ زدہ پڑے ہوئے ہیں، بھلا یہ کھانا میرے حلق میں کس طرح اتر سکتا ہے"۔

معاشی استحکام میں کردار

معیشت کو کسی بھی معاشرے میں وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں خون کو ہوتا ہے۔ اگر دل، خون کی سپلائی سارے جسم کی طرف جاری رکھے تو اس کے ساتھ پورا جسم صحت مند رہتا ہے۔ اسی طرح اگر معاشرے کا مالدار طبقہ (جو دل کی مانند ہے) دولت کو، (جو خون کی مانند ہے) معاشرے کے ضرورت مند طبقات تک ان کے حق کی سپلائی جاری رکھے تو اس کے ساتھ پورا معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ ورنہ انارکی، افراتفری، نفرت اور

64۔ کرمانی، محمد بن مبارک، **سیر الاولیاء**، ص138

بغاوت کے طوفان سب کچھ تہس نہس کر سکتے ہیں۔ مشائخِ چشت نے اسلامی معاشرے کو استحکام دینے کے لئے خانقاہوں کے قیام، لنگر خانے اور حاجت مندوں کی حاجت بر آری کی صورت میں محروم طبقات کی محرومیوں کا نہ صرف ازالہ کیا بلکہ انہیں معاشرے کے لئے نفع بخش بنا دیا۔

کفالتِ عامہ و خاصہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "درویشی اس بات کا نام ہے کہ جو بھی آئے اسے محروم نہ کیا جائے۔ اگر کوئی بھوکا ہے تو اسے کھانا کھلایا جائے، اگر بے لباس ہے تو نفیس کپڑا پہنایا جائے، بہر حال اسے خالی ہاتھ واپس نہ جانے دیا جائے۔ اس کی حاجت ضرور پوری کی جائے۔ کم از کم اس کا حال پوچھ کر دلجوئی ضرور کرنی چاہیئے"۔[65]

مشائخ چشت کے نزدیک خانقاہوں اور درگاہوں پہ لنگر خانوں کا انتظام اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جہاں دن رات، خاص و عام حاضری دے کر اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرتے ہیں اور اس طرح سے کئی خاندانوں کی کفالت کی عظیم ذمہ داری بطریق احسن ادا ہوتی ہے۔ مشائخِ چشت میں غریب نواز، بندہ نواز، سلطان زری زر بخش و دیگر القابات بھی خدمتِ خلق کے عکاس ہیں۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے حاجت روائی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا:

"اس مومن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے جو مومن کی ضرورت کو پورا کرے اور بہشت میں اس کا مقام ہوتا ہے۔ یہاںتک کہ اگر کوئی انسان کسی کی جوتی سیدھی کرے یا مومن کے پاؤں سے کانٹا نکالے تو اللہ تعالیٰ اسے صدیقین اور شہداء میں شمار کرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ مشائخ اولیاء نے فرمایا ہے کہ بالفرض اگر کوئی شخص درود یا بندگی میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو اس کے لئے لازم ہے کہ سب کام چھوڑ کر اس کی حاجت بر آری کے لئے مصروفِ عمل ہو جائے"۔[66]

65۔ کاکی، خواجہ قطب الدین بختیار، **دلیل العارفین (ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)**، ص172

66۔ اجمیری، خواجہ معین الدین چشتی، **انیس الارواح (ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی)**، ص119

سیاسی استحکام میں کردار

کسی بھی ریاست کی بقاء اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس میں سیاسی استحکام نہ ہو اور اس کے لئے کیا امور ضروری ہیں اور مشائخِ چشت نے اس حوالہ سے کیا خدمات سرانجام دی ہیں، ذیل میں انہی کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

الف۔ کلمہ حق کا ابلاغ

مشائخِ چشت نے نہ صرف خانقاہوں میں بیٹھ کر اصلاحِ اخلاق اور تزکیہ نفس کی کوششیں کیں بلکہ وہ ابلاغ و تبلیغ کے نبوی منہج پہ گامزن ہوتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لئے بھی برسرِپیکار رہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے شاہی رعب و دبدبہ اور سلطانی طنطنہ بھی ان کے آڑے نہ آسکا۔ حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت ارشاد و تلقین کے کام کا آغاز کیا، اس وقت مسلمانانِ ہند اخلاقی تنزل و انحطاط کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ عمل کی طاقت سلب ہو چکی تھی اور روحِ اسلام مفقود ہو چکی تھی۔ کتاب اللہ محض تبرک بن کر رہ گئی تھی۔ شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عوام کی اس ذہنی و اخلاقی پستی کا بغور مشاہدہ فرما رہے تھے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمعہ کے خطبہ کو ہندی زبان میں پڑھنے کا مشورہ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"پس اگر خطبہ بہ لفظ ہندی دریں مملکت خوانده شود برائے چیزے کہ موضوع است حاصل می شود الا برائے سائر الناس فائدہ ندارد کہ از زبان عربی واقف نیستند"۔[67] "اگر ہندوستان میں خطبہ ہندی زبان میں پڑھا جائے تو اس کا اصلی مقصد حاصل ہو جائے۔ وگرنہ عوام کے لئے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ تو عربی زبان سے واقفیت ہی نہیں رکھتے"۔

اس ساری گفتگو کا اصل مطلوب و مقصود یہی تھا کہ عوام، دینِ اسلام کی حقیقت و ماہیت سے ہم آہنگ ہو سکیں۔ آپ ہی کے بارے میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر صوفی یار محمد اور چند دیگر مرید طوائفوں کا ناچ دیکھنے لگے۔ اتفاقاً آپ کا بھی اس جانب سے گزر ہوا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ انتہائی غضبناک ہوئے اور پھر:

67۔ نظامی، خلیق احمد، **تاریخ مشائخ چشت**، لاہور، زاویہ پبلشرز، 2014ء، ص386-387

"وانگشتان دست مبارک خود را در گریبان آنہا انداختہ طرف خود کشیدند و فرمودند کہ بزرگان مایاں بسیار خوں جگر خوردہ سماع قوالاں را بہ درجہ اباحت رسانیدہ اند و شمار قص عورتاں می بینید و سماع ایشاں می شنوید"۔[68]

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عین جلال کے عالم میں اپنے دست مبارک کی انگلیاں ان کے گریبانوں میں ڈال کر ان کو کھینچا اور فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے بڑا خونِ جگر پی کر قوالوں کے سماع کو درجہ اباحت تک پہنچایا ہے اور تم ہو کہ عورتوں کا رقص دیکھتے ہو اور ان کا گانا سنتے ہو"۔

ب۔ حکمرانوں کے ساتھ تصادم سے گریز

حیاتِ مشائخِ چشت کا ہر ہر باب بصیرت افروز ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی ہے۔ ایسی ایسی مثالیں منظرِ عام پہ آتی ہیں کہ عقل و خرد ورطہ حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ تو بارہا ہوا کہ قصرِ مرمر سے نگاہیں کٹیا کی طرف اٹھیں مگر ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ جھونپڑی کی درز سے نظروں نے کبھی فلک بوس محلوں کا طواف کیا ہو۔ یہ نظارہ تو چشمِ عالم نے بارہا دیکھا کہ فرشِ مخملیں سے اکتا کر شاہانِ وقت گھانس پھونس کی جھونپڑی میں مقیم ہو کر عافیت کے طلبگار ہوئے مگر اس کا ایک بھی گواہ نہیں کہ بوذر و سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مسند نشینوں نے کبھی شاہوں کی چوکھٹ پہ سرِ نیاز جھکایا ہو۔ دراصل یہ لوگ اس رازِ عظمت سے آگاہ ہو گئے تھے کہ جو مالکِ حقیقی کے در پہ سرنگوں ہو جاتا ہے، خداوند قدوس بلندی کو اس کے ماتھے کا جھومر بنا دیتا ہے۔ مشائخِ چشت نے بلاشبہ یہی طریق اختیار کیا، یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عزیزِ جہاں بنا دیا۔ اس حوالہ سے تاریخ کی گواہی پیشِ خدمت ہے:

"ایک بار سلطان شمس الدین التمش نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی کی "شیخ الاسلامی" کا منصب پیش کیا تو آپ نے اس پیش کش کی جانب مطلق توجہ نہ کی"۔[69]

شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں:"ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ، جو ملتان کی طرف آ رہا تھا، چار گاؤں کی ملکیت کا حکم نامہ اور کچھ نقدی میرے پاس بھیجی۔ چاروں گاؤں میرے لئے اور نقدی درویشوں کے لئے تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا، اسے لے جاؤ، اس کے طالبین اور بہت ہیں، انہیں جا کر دو۔ ہمارے مشائخ اور خواجگان نے اس قسم کی اشیاء قبول نہیں کیں۔

68۔ نظامی، خلیق احمد، **تاریخ مشائخ چشت**، لاہور، زاویہ پبلشرز، 2014ء، ص 388

69۔ جمالی، حامد بن فضل اللہ، **سیر العارفین**، مترجم: محمد ایوب قادری، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، (س۔ن)، ص 28

پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر ہم اس قسم کی چیزیں لینا شروع کر دیں تو ہمیں درویش نہیں کہا جائے گا بلکہ مالدار کہا جائے گا اور لوگ کہیں گے کہ یہ تو فلاں گاؤں کا مالک ہے، لہٰذا اسے لے جاؤ اور دوسروں کو دے دو جنہیں اس کی ضرورت ہے"۔[70]

ج۔ خیر کے امور میں حکومت کی معاونت

مشائخِ چشت رحمہم اللہ علیہم عوام الناس کے ساتھ ساتھ امراء و رؤسا اور حکامِ بالا کے سامنے بھی تعاون علی البرّ کی عظیم ذمہ داری سرانجام دیا کرتے تھے۔ وہ خیر کے امور میں حکمرانوں کی معاونت کرنے کے ساتھ ساتھ مفید نصائح اور مشوروں سے بھی نوازا کرتے تھے اور تحریضِ نفسی کا نبوی فریضہ بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دہلی میں قدم رنجہ فرمایا، اس وقت سلطان شمس الدین التمش مسندِ سلطانی پر متمکن تھا۔ سلطان نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تکریم کی اور مسلسل آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ دیگر مشائخ کی طرح خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دربارِ شاہی سے کوئی تعلق استوار نہیں رکھا، اس کے باوجود سلطان اس حد تک آپ سے عقیدت رکھتا تھا کہ خواجہ صاحب کی یاد میں قطب مینار تعمیر کرایا۔ علاوہ ازیں حوضِ شمسی بنانے کے سلسلے میں خواجہ صاحب کے مشوروں پر خلوص سے عمل کیا۔[71]

نتائج بحث

بشریت، ہمدردی اور احساس سے مربوط سماج کی بقاء اگر خطرے میں ہو تو اُسکی نشاۃ ثانیہ کے لیے وقت کو صوفیہ اور صوفیانہ مزاج راہنماؤں کی تلاش رہی ہے۔ صوفیہ و مشائخ کی تعلیمات، اخلاق سے بھرپور اور خانقاہیں، محبت کے مصدر و مخزن ہیں۔ صوفیہ کے معارف و حِکَم کا وسیع سمندر ہر قسم کی روحانی اور اخلاقی تشنگی کے لیے آبِ زلال کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخِ عالم شاہد ہے کہ صوفیہ کرام کی قال میں تاثیر اور حال میں کشش کا یہ عالم تھا کہ جس طرف بھی نظر اٹھ جاتی، کام کر جاتی۔ وہ جہاں بھی گئے، صفحہ ہستی پر فقر و استغناء کی مثالیں قائم کر دیں۔ فی الحقیقت ان نفوس قدسیہ نے تبلیغِ حق اور نصحِ خیر کا فریضہ بڑی دردمندی اور جوانمردی سے سرانجام دیا اور حق گوئی و بے باکی کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔ صوفی نے جہاں قدم رکھا، وہاں کے ویران گلشن کی محبت سے آبیاری کی جس سے امن

70۔ نظام الدین، محمد، خواجہ، **راحت القلوب (ملفوظات خواجہ فرید الدین مسعود)**، ص252

71۔ کرمانی، محمد بن مبارک، **سیر الاولیاء**، ص64

و آشتی کے پھول چہار سُو مہکنے لگے۔ اِس آرٹیکل کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ مشائخِ چشت کی تعلیمات اخلاص وللّٰہیت پر مبنی ہیں۔ ان کی تعلیمات کا دائرہ کار انتہائی وسیع ہے۔ وہ کسی بھی فرد سے بحیثیت مسلمان برتاؤ نہیں کرتے بلکہ عبدِ رب العالمین کی حیثیت سے معاملات و اخلاقیات کا درس دیتے ہیں۔ ان کا وجودِ مسعود فصل خزاں میں بادِ بہاری کی علامت تھا۔ جذبہ ء ہمدردی سے ان کے دل معمور تھے۔ خونِ جگر کی آمیزش سے امنگوں اور امیدوں کے گلستاں کی زرخیزی ان کا معمول تھا۔ خود بھوکے پیاسے رہ کر خلقِ خدا کو نوازنا، ان کی ترجیحات میں شامل تھا۔ حیاتِ مشائخِ چشت کا سرسری سا جائزہ لینے کے بعد ایک عام قاری بھی اس نتیجہ کو اخذ کرسکتا ہے کہ ایک طرف یہ رشکِ ملائک لوگ خدمتِ خلق کی شمع فروزاں کرنے کے ساتھ چہار دانگِ عالم کو منور کررہے ہیں تو دوسری جانب عفو و درگزر کی خیرات تقسیم کرتے ہوئے حسنِ معاشرت میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ حیاتِ مشائخِ چشت کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ظلم و بربریت اور بے حسی کے تلخ روپ کو احسانی رویے اور معتدل مزاجی سے جماعتِ صوفیہ نے ہی حسین بنایا ہے۔ ایک مثالی معاشرہ کی تشکیل میں جتنے بھی عناصر کارفرما ہیں ان سب کی ترویج و اشاعت میں مشائخِ چشت نے مثبت، جامع اور مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ حیاتِ مشائخِ چشت میں سماجی بہبود کی جہات میں سے ہر ہر جہت اس قابل ہے کہ اسے زندگی کا نصب العین بنایا جائے اور اس پہ عمل پیرا ہوتے ہوئے معاشرے میں محبت و الفت کی فضا قائم کی جائے۔ یہی پیامِ سیرت نبوی ﷺ ہے اور تعلیمِ امت میں مشغول رجال کار کا درس بھی اور اسی میں فوز و فلاح کے اسرار و رموز پنہاں ہیں۔

سفارشات وتجاویز

حیات مشائخ چشت کے سماجی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے سفارشات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

1۔ دور حاضر کی ذہنی شدت پسندی، تعصب اور تنگ نظری کے خاتمہ کے لئے حیاتِ مشائخِ چشت کی سماجی جہات کو اجاگر کرنے والے جامع سلیبس کو نصابِ تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔

2۔ بین المسالک اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لئے حیاتِ مشائخِ چشت سے استفادہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر استفادہ ممکن بنایا جائے۔

3۔ صوفیہ کرام کی حیات کے متعلق بالعموم اور مشائخِ چشت کی حیات کے سماجی پہلوؤں پر سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے۔

4۔ برصغیر میں مشائخِ چشت کے سماجی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے کبار مشائخِ چشت کے نام پر صوفی چیئرز کا قیام عمل میں لایا جائے۔

5۔ حیاتِ مشائخِ چشت کے سماجی پہلوؤں کو پرنٹ ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعے اجاگر کرنے کی جامع منصوبہ بندی کی جائے۔

6۔ مشائخِ چشت کی معروف خانقاہوں کے ساتھ سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کی صورت میں تعلیمی اداروں کے قیام کو عمل میں لایا جائے اور متعلقہ خانقاہ کے صوفی کے سوانح حیات کو سلیبس کا حصہ بنایا جائے۔

7۔ نامور چشتی خانقاہوں کے سجادوں پر متمکن ہونے والے افراد کو صوفیانہ نظم سے متعلقہ تربیتی کورس سے گزارا جائے۔

8۔ معروف چشتی خانقاہوں سے منسلک معتقدین اور زائرین کے لئے حیاتِ مشائخِ چشت کی اخلاقی و سماجی اور روحانی و عملی جہات کو اجاگر کیا جائے۔

9۔ انسانیت کی موجودہ بے توقیری کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ اکرامِ مسلم اور احترامِ انسانیت کے فروغ کے لئے حیاتِ مشائخِ چشت سے استفادہ کیا جائے۔

10۔ صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لئے حیاتِ مشائخِ چشت سے مثبت رویوں کی ترویج اور منفی رویوں کی تہذیب کے اسلوب سے استفادہ لمحہ موجود کی اشد ضرورت ہے۔